

## کزن میرج کا تصور، اسلامی شریعت اور عصر حاضر کے تناظر میں ایک جائزہ

\*علماء اکبر چاندیہ

\*\*سعید الرحمن

### Abstract

Scientific research which is an output of human experiments and observations, has explored the chance of transmission of genetic variant in a family increased by consanguineous marriages and as a consequence the both members of a couple could carry any recessive variant and that will manifest in the homozygous state in their children by causing a disease. However, scientific research is not be an eternal research but it has a continuous process. The article in this perspective highlights the topic of cousin marriage with reference of Islamic teaching.

Islam has allowed cousin Marriage but it is nor incumbent. When we study the life and practice of The Holy Prophet ﷺ, we find that He neither disallowed cousin marriage, nor insisted upon it. The Holy Prophet ﷺ displayed liberal attitude and this liberal attitude is the best way for his followers. Therefore, it will be appropriate with reference to Islamic point of view, to deal the issue with human experience and scientific research.

**Keywords:** Cousin marriage, sharia opinion, scientific research.

ایک باپ کی اولاد آپس میں بہن بھائی کہلاتے ہیں ان بھائی بہنوں کی اولاد میں آپس میں کزن (cousin) کہلاتی ہیں جو انگریزی زبان کا لفظ ہے۔ لیکن اردو میں ان کے لئے الگ الگ الفاظ ہیں مثلاً پچازاد بھائی، پھوپھی زاد بھائی اسی طرح پچازاد بہن، پھوپھی زاد بہن وغیرہ ایسے ہی الفاظ مان کی بہن (خالہ) اور مان کے بھائی (ماموں) کی اولادوں کے لئے بھی مستعمل ہوتے ہیں مثلاً خالہ زاد بھائی، ماموں زاد بھائی اسی طرح خالہ زاد بہن اور ماموں زاد بہن وغیرہ لیکن انگریزی زبان میں مذکورہ بالاتمام رشتوں کے لئے لفظ کزن استعمال ہوتا ہے۔

\*اسٹینٹ پروفیسر (ر) گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، ڈیہ غازی خان

\*\*جیز میں اپروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

آج کل اردو یا سرائیکی بولنے والے گھر انوں میں اس لفظ کا بے تکلف استعمال ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ مضمون میں اسی لفظ کو اختیار کیا گیا ہے۔

جب مذکورہ بالا رشتہوں کے حامل لڑکا اور لڑکی کا نکاح اور ازدواج کیا جاتا ہے تو اسے کزن میرج کہتے ہیں۔ عربی زبان میں کزن میرج کو زواج الاقارب یا زواج بالقربات القریبیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

کزن میرج سے متعلق اسلامی تعلیمات کا عمیق مطالعہ کرنے سے دو قسم کے نقطہ نظر سامنے آتے ہیں:

(۱) کزن میرج حلال امور میں سے ہے اور کزن میرج کو جانب (غیر شستہ دار) سے نکاح پر ترجیح دی جاتی ہے اور اسے مستحسن سمجھا جاتا ہے۔

(۲) کزن میرج بے شک جائز امور میں سے ہے تاہم اس میں پائے جانے والے چند خطرات کے پیش نظر اس سے گریز اور احتناب کرنا چاہیے۔

اب درج ذیل سطور میں دونوں نقطہ ہائے نظر کا مفصل اور متعلقہ دلائل کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے:  
کزن میرج سے متعلق پہلا نقطہ نظر:

کزن کا نکاح کے لئے حلال ہونا شرعی نصوص اور واقعات سے ثابت شدہ ہے۔

۱۔ ارشاد خداوندی ہے:

يَا إِيَّاهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ الَّتِي أَتَيْتَ أُجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكُ  
يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَبَنْتِ عَمِّكَ وَبَنْتِ عَمْتِكَ وَبَنْتِ  
خَالِكَ وَبَنْتِ خَلِيلِكَ الَّتِي هَا جَرَنَ مَعَكَ (الاحزاب، 50:33)

آیت مذکورہ کے مطابق آپ ﷺ کے لئے پیچا اور پھوپھی کی لڑکیاں، ماموں اور خالہ کی لڑکیاں حلال کر دی گئی ہیں۔ پیچا، پھوپھی کے ذیل میں باپ کے خاندان کی سب لڑکیاں اور ماموں، خالہ کے ذیل میں ماں کے خاندان کی سب لڑکیاں شامل ہیں اور ان سے نکاح کا حلال ہونا نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مخصوص نہیں سب مسلمانوں کے لئے یہی حکم ہے عام امت کے لئے تو باپ اور ماں کے خاندان کی یہ لڑکیاں بغیر کسی شرط کے حلال ہیں خواہ انہوں نے ہجرت کی ہو یا نہ کی ہو مگر رسول اللہ ﷺ کے لئے ان میں سے وہ حلال ہیں جنہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی ہو۔ ہجرت کرنے کے لئے ضروری نہیں کہ سفر میں آپ کی معیت رہی ہو یا ایک ہی وقت میں ہجرت

کی ہو بلکہ مراد نفس بھرت میں معیت ہے۔ (۱)  
 ۲۔ کرزن میرج میں قربات داروں کے ساتھ حسن سلوک اور قربات داری کے حقوق کی رعایت پائی جاتی ہے جس کی آیات و آثار میں ترغیب دیکھ آئی ہے۔

(i) وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَى (البقرة، 83:2)

(ii) وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَى (النساء، 4:36)

(iii) إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعُدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَائِي ذِي الْقُرْبَى وَيَنْهَا عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ  
 وَالْبُغْيَ حَيْظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (آل عمران، 16:90)

آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کا حکم فرمایا ہے۔ عدل، احسان اور ایتاء ذی القربی۔ عدل و احسان تو اپے نفس اور ہر ایک خویش و بیگانہ اور دوست دشمن سے متعلق ہے لیکن اقارب کا حق جانب سے کچھ زیادہ ہے اس لئے اسے ”ایتاء ذی القربی“ کے مستقل عنوان سے الگ ذکر فرمایا جو تعلقات قربات، قدرت نے باہم رکھ دیئے ہیں انہیں نظر انداز نہ کیا جائے بلکہ اقارب کے ساتھ ہمدردی اور ان کے ساتھ مروء و احسان ا جانب سے بڑھ کر ہونا چاہیے۔ ذوی القربی کے ساتھ تعلقات جوڑے رکھنا ایک مستقل حکم ہے۔ جسے اسلامی اصطلاح میں صدر حجی کہتے ہیں۔ جس کی بہت سی انواع ہیں۔ ان میں سے آپس میں رشتہ ناتے کرنا سر فہرست سمجھا جاتا ہے۔ جو اقارب و ذوی الارحام کے ساتھ درجہ بدرجہ ہونا چاہیے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں مذکور ہے الاقرب فالاقرب (۲)

علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

اس آیت کی تعلیم یہ ہے کہ عدل و انصاف و سب کے لئے یکساں ہے لیکن مودت و احسان کے وقت بعض موقع، بعض سے زیادہ رعایت و اہتمام کے قابل ہیں جن کو ملحوظ رکھنا چاہیے کیونکہ فرق مراتب کو فراموش کرنا ایک طرح سے قدرت کے قائم کئے ہوئے قوانین کو بھلا دینا ہے۔ (۳)

(iv) وَاتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ (الاسراء، 17:26)

اس آیت میں عام رشتہ داروں کے حقوق کا بیان ہے کہ ہر رشتہ دار کا حق ادا کیا جائے جو کم ان کے ساتھ حسن معاشرت اور حسن سلوک کرنا ہے اگر وہ ضرورت مند ہوں تو ان کی مالی امداد کرنا بھی اپنی وسعت کے مطابق اس میں داخل ہے۔ (۴)

لہذا ہر مسلمان پر ذوی القریبی کے حقوق کی رعایت کرنا لازم ہے ان پر احسان رکھ کر نہیں بلکہ اپنا فرض تکمیل کرنا کے حقوق ادا کرے یہ بھی ظاہر ہے کہ بہن بھائی تمام ذوی القریبی میں سے بھی اقارب کا درجہ رکھتے ہیں اس درجہ بندی کو مخواڑ کرنا بھی تعلیم الرسول ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:

اپنی ماں کے ساتھ حسن سلوک کی ابتداء کرو۔ اس کے بعد باپ کے ساتھ پھر بہن کے ساتھ پھر بھائی کے ساتھ۔ (۵)

۳۔ کزن میرج میں صدر حجی پائی جاتی ہے جس کی آیات و آثار میں ترغیب اور تکید آئی ہے۔

(i) وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ (النساء، ۱:۴)

اسلامی شریعت نے قرابت کو امت کے نظام اجتماعی کا سنگ بنیاد فرا دیا ہے۔ اس آیت میں ”رحم“ کا اطلاق اپنے وسیع ترمذہ میں ہے، جملہ اعزہ و اقرباء اس کے اندر آجاتے ہیں فقهاء اس بات پر متفق ہیں کہ قرابت کا لحاظ واجب ہے اور اسے قطع کرنا حرام ہے جیسا کہ امام فرقہ طبعی نے لکھا ہے۔

اتفاقت ملتہ علی ان صلة الرحم واجبة و ان قطعیتها محرمة (۶)

امام ابو بکر جصاصؓ نے لکھا ہے:

فیه تعظیم لحق الرحم و تاکید للمنع عن قطعها (۷)

(ii) وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمْرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوَصَّلَ (الرعد، ۲۱:۱۳)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بندوں کی صفت بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رشتہ داروں سے تعلقات جوڑے رکھنے اور ان کے تقاضوں پر عمل کرنے کا جو حکم دیا ہے یہ لوگ ان تعلقات کو قائم رکھتے ہیں۔ (۸)

(iii) قال رسول الله ﷺ من احب ان يبسط له في رزقه و ينسالله في اثره فليصل رحمه (۹)

”جسے پسند ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی کر دی جائے اور عمر میں برکت دی جائے تو وہ صلمہ رحمی کرے۔“

(iv) ارشاد نبوی ہے کہ قیامت کے روز عرش کے نیچے رحم اعلان کرے گا، سن لو جس نے مجھ سے ناطہ جوڑا اللہ اس سے تعلق جوڑے گا اور جو مجھ سے تعلق جوڑے گا تو اللہ اس سے قطع تعلق کرے گا۔ (۱۰)

۴۔ کزن میرج میں کفاءة نسبی (نسب کے لحاظ سے ہمسری) پائی جاتی ہے جو زکاح کے مقاصد و مصالح کے حصول میں مفید اور معاون ثابت ہوتی ہے۔

(i) شریعت مطہرہ نے نکاح کے باب میں کفاءۃ نبی کا اعتبار کیا ہے۔

امام سرخی کہتے ہیں کہ:

ان الکفاءۃ فی النکاح معتبرة من حيث النسب (۱۱)

امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں:

فَان لِلنِّسَبِ اعْتِبَارًا عَرْفًا وَشَرْعًا حَتَّى لا يَجُوز تزوِيجُ الشَّرِيفَةِ بِالنِّبْطِي (۱۲)

(نسب کا عرف اور شریعت میں اعتبار ہے یہاں تک کہ معزز عورت کا غلام شخص سے نکاح درست نہیں)۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں:

"دوسرے میں انساب اپنے آثار کے اعتبار سے بلاشبہ متفہمن مصالح کثیرہ و مشاہدہ ہے لیکن اپنا تفاخر اور دوسروں کی تحقیر حرام ہے" (۱۳)

(ii) نسب کی بنابر شرافت ایک حقیقت واقعی ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذِرَيْتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ (الحدید، ۲۶:۵۷)

اس سے معلوم ہوا کہ نبوت اور کتاب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد سے ان کی ذریت میں منحصر کردی گئی گویا اولاد ابراہیم علیہ السلام کو باقی خاندان والوں پر شرف حاصل ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے رسول اللہ ﷺ تک نبوت اور کتاب اسی خاندان میں منحصر ہو گئی۔ (۱۴)

(iii) حدیث نبوی میں خاندانوں کے اختلاف کو معادن کے اختلاف کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

الناس معادن الذهب والفضة خيارهم في الجاهلية خيارهم في

الاسلام اذا فقهوا (۱۵)

"انسان سونے اور چاندی کی کانوں کی طرح ہیں، جاہلیت میں ان کے بہترین لوگ، اسلام میں بھی بہترین ہیں بشرطیک دین کی سمجھ حاصل کر لیں"۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے تفقہ فی الدین کے بعد خیار فی الجاهلیہ کو خیار فی الاسلام فرمایا گویا فقیہ صاحب نسب، فقیہ غیر صاحب نسب سے افضل ہو گا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ صاحب نسب جاہل سے غیر صاحب نسب عالم افضل ہے مگر حدیث سے اتنی بات تو معلوم ہو گئی کہ شرف نسب بھی کوئی چیز ضرور ہے جس کے ساتھ علم و فضل جائے تو صاحب نسب، غیر صاحب نسب سے بہتر ہو گا۔ (۱۶)

(۱۷) ایک حدیث میں بطور ”رجہ“ کے حضور ﷺ کا یہ قول ثابت ہے:

انا النبی لا کذب، انا ابن عبد المطلب (۱۷)

جب جنگ حنین میں حضرات صحابہؓ کے قدم اکھر گئے تو آپ ﷺ نے اپنے گھوڑے کو آگے بڑھایا اور ارشاد فرمایا کہ میں نبی ہوں یہ جھوٹ بات نہیں ہے اور میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ یعنی میں خاندانی اور صاحب نسب ہوں میں ہرگز پسپانہ ہوں گا۔ اگر شرف نسب کوئی چیز نہیں تو آپ انا بن عبدالمطلب نہ فرماتے۔

(۱۸) ایک اور حدیث پاک میں آپ نے فرمایا:

ان الله خلق الخلق فجعلنى فى خيرهم ثم جعلهم فرقتين فجعلنى فى خير

فرقة (اي العرب) ثم جعلهم قبائل فجعلنى فى خيرهم قبيلة (اي قريش) ثم

جعلهم بيوتا فجعلنى فى خيرهم بيتا (اي بنى هاشم) فانا خيرهم نفسها

وخيرهم بيتا (۱۸)

”اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو بیدار کیا تو مجھے اس کے بہتر حصہ میں رکھا پھر اس کے دو گروہ بنادیتے تو مجھے بہترین گروہ یعنی عربوں میں رکھا پھر ان کے قبائل بنائے تو مجھے ان کے بہترین قبیلہ یعنی قریش میں رکھا پھر ان کے گھرانے بنائے تو مجھے بہترین گھرانے یعنی بنی هاشم میں رکھا تو میں ان میں سب سے بہتر فرد اور سب سے بہتر گھرانہ والا ہوں۔“

مندرجہ بالا نصوص سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نسب مطلق عزت افزائی سے خالی نہیں تاہم اکرم یعنی زیادہ معزز ہونے کو مستلزم نہیں کیونکہ اس کا مدار تو تقویٰ ہے۔ (۱۹)

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ إِنْدَ اللَّهِ اَنْقَلَّكُمْ (الحجرات، ۱۳:۴۹)

گویا نسب کی شرافت بڑی نعمت ہے اگرچہ اس کی بنا پر فخر اور تکبر کرنا جائز نہیں۔

مولانا اشرف علی تھانوی کہتے ہیں کہ نسب پر فخر نہ کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ شرف نسب کوئی چیز ہی نہیں جیسا کہ حسین و جمیل ہونا یا بد صورت اور ناپینا ہونا اگرچہ غیر اختیاری ہے اس لئے حسین و جمیل آدمی کو اپنے حسن و جمال پر فخر نہ کرنا چاہیے مگر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ حسن صورت ہونا نعمت بھی نہیں یقیناً اعلیٰ درجے کی نعمت ہے یہی صورت یہاں بھی ہے کہ شرف نسب اگرچہ غیر اختیاری امر ہونے کی وجہ سے فخر کا سبب نہیں مگر اس کے نعمت ہونے میں تو شبہ نہیں۔ (۲۰)

(vi) نکاح کے باب میں کفاءۃ کی رعائت کرنا ایک معقول بات ہے اس میں بہت سی مصالح ہیں چنانچہ ازدواجی زندگی کو کامیاب اور خوشگوار بنانے میں کفاءۃ اہم کردار ادا کرتی ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر وہبۃ الزحلی کہتے ہیں:

زوجین کے مابین موجود مصالح و فوائد کا بالعموم اس وقت تک انتظام و انصرام نہیں ہوتا جب تک کہ ان کے مابین ہمسری نہ ہو، کیونکہ ایک شریف عورت، ایک کمینہ شخص کے ساتھ رہنا گوارنیس کرتی ہے اور دوسرے کا ہمسر ہونا ضروری ہے لہذا اگر گھر کے سربراہ کے طور پر شوہر کو احترام اور وقار حاصل نہیں تو اس کا اپنی بیوی پر کوئی تاثر نہیں ہوگا، اسی طرح عورت کے رشتہ دار ایسے شخص سے رشتہ ازدواج کو ناپسند کرتے ہیں جو اپنے دین، مقام اور نسب کے لحاظ سے ان کے شایان شان نہیں اور اس کو باعث عار خیال کرتے ہیں، لہذا کفاءۃ اور ہمسر نہ ہونے کے سبب رشتہ ازدواج کے بنیادی مقاصد حاصل نہیں ہو سکتے اور یہ رائے مصر، شام اور لیبیا جیسے اسلامی ممالک میں زیر عمل ہے۔ (۲۱)

### کزن میرج اور اسوہ رسول ﷺ:

سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی پھوپھی زاد بہن (کزن) سے شادی فرمائی اور آپ ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں چاروں کی شادی کزن میرج ہی ثابت ہوتی ہے یا اگر بات ہے کہ کوئی داما فرست کزن ہے تو کوئی داما سینڈ کزن، بہر حال وہ شادیاں کزن میرج ہی کے ذیل میں آتی ہیں ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ مشہور قول کے مطابق ۵۵ میں حضور اقدس ﷺ کا نکاح حضرت زینب بنت جوش رضی اللہ عنہا سے ہوا جو حضور اقدس ﷺ کی پھوپھی زاد بہن (کزن) تھیں ان کا پہلا نکاح حضور اکرم ﷺ نے اپنے متینی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کیا تھا، حضرت زید بن حارثہ کے طلاق دینے کے بعد اللہ جل شانہ نے خود ان کا نکاح حضور اکرم ﷺ سے کر دیا، حضرت زینبؓ اس بات پر اظہار فتحار بھی فرماتی تھیں کہ سب عورتوں کا نکاح ان کے اولیاء نے کیا جب کہ میرا نکاح اللہ جل شانہ نے کیا کہ جب حضرت زیدؓ نے ان کو طلاق دی اور عدت پوری ہو گئی تو حضور ﷺ نے ان کے پاس نکاح کا پیام بھیجا تو انہوں نے جواب میں عرض کیا میں اس وقت تک کچھ نہیں کہہ سکتی جب تک اپنے اللہ سے مشورہ نہ کر لوں یہ کہہ کروضو کیا اور نماز کی نیت باندھ لی اور یہ دعا کی کہ یا اللہ تیرے رسول ﷺ مجھ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں اگر میں ان کے قابل ہوں تو میرا نکاح ان سے فرمادے۔ دوسری طرف حضور ﷺ پر قرآن شریف

بڑھایا اور  
حب نسب

اکرم یعنی  
چیز ہی نہیں  
پہنچنے  
کے حسن و  
کیتے ہیں  
نہیں  
کے حسن و  
کیتے ہیں  
نہیں

کی آیت فَلَمَّا قُضِيَ رَيْدٌ مِنْهَا وَطَرَا زَوْجُنَّكَهَا (الاحزاب، 33:37) نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے خوشخبری بھیجی، حضرت زینب خوشی کی وجہ سے سجدہ میں گر کیئیں، حضور اقدس ﷺ نے ان کے نکاح کا ولیہ بڑی شان سے کیا، بکری ذبح کی اور گوشت روٹی کی دعوت فرمائی۔

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ نے سیرت ابن حشام کے حوالے سے لکھا ہے: زَوْجُنَّكَهَا کے روشن ترین اعلان نکاح کے بعد حقیقتاً اب کسی ظاہری عقد نکاح کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی تھی لیکن اس کے باوجود اس عالم ظاہری میں بھی نکاح ہوا حضرت زینبؓ کے بھائی ابو احمد بن جحشؓ نے نکاح پڑھایا اور رسول اللہ ﷺ نے چار سورہ مم مہرباندھا۔ (۲۲)

۲۔ رسول ﷺ نے اپنی سب سے بڑی بیٹی سیدہ زینبؓ کی شادی، سیدہ خدیجہؓ کے بھانجے حضرت سید ابو العاص بن الربيع الاموی القرشی سے کی (کزن میرج) (۲۳)

ڈاکٹر سید مظہر میون نے سیرت ابن حشام کے حوالے سے لکھا ہے:  
ابوال العاص مال و دولت، امانت و دیانت اور تجارت کے لحاظ سے مکہ کے چند گنے پنے افراد میں شمار ہوتے تھے۔ وہ بالہ بنت خولید کے بیٹے تھے اور حضرت خدیجہؓ ان کی خالہ تھیں پس حضرت خدیجہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے ان کی شادی حضرت زینبؓ کے ساتھ کرنے کے بارے میں درخواست کی اور رسول اللہ ﷺ ان (خدیجہؓ) کی کسی بات کی مخالفت نہیں کرتے تھے۔ یہ واقعہ نزول وحی سے پہلے کا ہے اور حضرت خدیجہؓ ان (ابوال العاص) کو اپنی اولاد کی طرح شمار کرتی تھیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کی شادی اپنی بیٹی حضرت زینبؓ سے کر دی۔ پس جب اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو نبوت سے مکرم فرمایا تو حضرت خدیجہؓ اور آپ کی بیٹیاں آپ ﷺ پر ایمان لے آئیں اور انہوں نے آپ کی تصدیق کی اور اس بات کی گواہی دی کی آپ جو کچھ لاتے ہیں برق ہے اور آپ کو دین قبول کر لیا جب کہ ابوال العاص کچھ عرصہ اپنے شرک پر قائم رہے۔ بعد ازاں اسلام لے آئے۔ (۲۴)

۳۔ حضور اکرم ﷺ کی دوسری صاحبزادی حضرت رقیہؓ تھیں جو اپنی بہن حضرت زینبؓ سے تین برس بعد پیدا ہوئیں۔ ان کا حضور اکرم ﷺ کے چچا ابو لهب کے بیٹے عتبہ سے نکاح ہوا تھا جب کہ حضور ﷺ کی تیسری صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ کا نکاح عتبہ کے بھائی عتبیہ سے ہوا۔ عتبہ اور عتبیہ حضور اکرم کے چچا زاد (کزن) تھے۔ جب سورۃ تہب نازل ہوئی تو ابو لهب نے دونوں بیٹیوں سے کہا میری ملاقات تم سے حرام ہے تا اقتیم تم محمد ﷺ کی بیٹیوں کو طلاق دے دو، اس پر دونوں نے طلاق دے دی یہ دونوں نکاح بچپن میں ہوئے تھے اور خصتی کی نوبت

ہی نہیں آئی تھی۔ (۲۵)

طلاق ہو جانے کے بعد حضور اکرم ﷺ نے حضرت رقیہؓ کی شادی حضرت عثمانؓ بن عفان الاموی القرشی سے کر دی، حضرت رقیہؓ کار مصان ۲ھ میں انتقال ہوا تو ان کے انتقال کے بعد درجیع الاول ۳ھ میں حضرت کلثومؓ کا نکاح بھی حضرت عثمانؓ سے ہوا۔ (۲۶) حضرت عثمانؓ قریش کے دو معزز گھرانوں یعنی والد کی طرف سے بنی امیہ اور والدہ کی طرف سے بنی ہاشم سے تعلق رکھتے تھے۔ (۲۷)

حضرت عثمانؓ کا نسب پانچویں پشت میں رسول خدا ﷺ سے ملتا ہے یعنی عبد مناف کے وفرزندوں میں سے ایک کی اولاد میں رسول اکرم ﷺ ہیں اور ایک کی اولاد میں حضرت عثمانؓ ہیں حضرت عثمانؓ کی والدہ اروی، رسول اکرم ﷺ کی پھوپھی ام حکیم الیبھا بنت عبد المطلب کی صاحبزادی تھیں، یہام حکیم وہی ہیں جو رسول اکرم ﷺ کے والد حضرت عبداللہ کے ساتھ حڑواں پیدا ہوئی تھیں۔ (۲۸) اس حوالے سے حضرت عثمانؓ رسول خدا ﷺ کی پھوپھی زاد بہن (کزن) کے بیٹے تھے۔

### کزن میرج اور حضرت علیؓ کا طرزِ عمل:

رسول اللہ ﷺ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزهرۃؓ کا نکاح رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی (فرست کزن) حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ سے ہوا اور خود حضرت علیؓ نے اپنی بیٹیوں کے رشتے زیادہ تر اپنے بھتیجیوں کے ساتھ کئے چنانچہ جب حضرت عمر فاروقؓ نے آپ سے آپ کی بیٹی ام کلثومؓ کا رشتہ طلب کیا تو آپ نے فرمایا:

انما حبسٌ بناتی علیؓ بنی جعفر (۲۹)

”میں نے اپنی بیٹیاں جعفر بن ابی طالب کے بیٹوں کیلئے روک رکھی ہیں۔“

اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

- ۱۔ حضرت زینب اکبری (بنت علیؓ و فاطمہؓ) کا نکاح عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب سے ہوا (کزن میرج)
  - ۲۔ حضرت ام کلثوم اکبری (بنت علیؓ و فاطمہؓ) کا اول نکاح حضرت عمر بن خطاب سے ہوا۔
- حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد ام کلثوم کا نکاح عون بن جعفر سے ہوا (کزن میرج)
- پھر عون کے بعد محمد بن جعفر سے ہوا (کزن میرج) اور ان کے بعد ان کے بھائی عبداللہ بن جعفر سے ہوا (کزن میرج) جب کہ عبداللہ بن جعفر نے ان کی بہن زینب اکبری کو طلاق دے دی تھی (۳۰)

۳۔ حضرت علی کی غیر فاطمی اولاد میں سے ذخیران علی، اولاد عقیل بن ابی طالب اور اولاد عباس بن عبدالمطلب کے ساتھ ہیاہی گئیں۔ سوائے ام الحسن کے وجودہ بن حمیرہ مخزومی کی زوجیت میں آئیں اور سوائے فاطمہ کے جو سعید بن اسود از بنی حارث بن اسد کی زوجیت میں تھیں۔ (۳۱)

مذکورہ بالاقصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کزن میرج کو مستحسن سمجھتے تھے اور اجانب پر ترجیح دیتے تھے۔ ہر قیلے اور ہر طبقے کا یقین بھی ہے اور فرض بھی ہے کہ اپنی بچیوں اور بچوں کے لئے ان کے ہم پلہ اور ہمسر رشتے تلاش کریں۔ تاکہ انہل بے جوڑ شادیوں سے سماجی سکون تباہ نہ ہو اور اسلامی معاشرہ توازن اور اعتدال سے محروم نہ ہو جائے۔“ (۳۲)

موجودہ دور میں کزن میرج کو روایت، خاندانی ڈھانچہ کی بقا، جائیداد کے تحفظ، باہمی تعلقات کی مضبوطی، مالی مفادات، معاشرتی مسابقت اور شادی کے بندھن کی مضبوطی کے لئے ترجیح دی جاتی ہے اور عام طور پر اس کی شرح کم آمدی والے خاندانوں میں زیادہ ہے۔ (۳۳)

مندرجہ بالا وجہ اور دلائل کی بنیاد پر کزن میرج کو مندوب و مستحسن سمجھا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ قرن اول سے لے کر عصر حاضر تک کزن میرج پر امت کا تعامل چلا آ رہا ہے۔

### کزن میرج سے متعلق دوسرا نقطہ نظر:

کزن میرج سے متعلق دوسرا نقطہ نظر یہ ہے کہ کزن میرج بے شک حال امور میں سے ہے تاہم اس میں پائے جانے والے خطرات کے پیش نظر اس سے گریز اور احتیاب کرنا چاہیے اس کا جائزہ درج ذیل ہے:  
۱۔ کزن میرج پر اصرار کے نتیجے میں اڑکیاں بغیر نکاح کے پیشی رہ جاتی ہیں کہ خاندان اور برادری سے باہر رشتنہیں کیا جاتا اور یہ امر کوئی مفروضہ نہیں بلکہ کئی واقعات اس کے شاہد ہیں، مثلاً:

(الف) حیدر آباد کے نواح میں واقع ایک قصبہ ٹنڈو غلام حسین کا اڑکانڈر بیچپن سے ہی اپنی چار پھوپھیوں کو سفید لباس میں ملبوس، اگر بیویوں کی خوبیوں کے جلو میں تمام دن قرآن کا اور کرتاد یکتار ہتا تھا۔ بڑے ہو کر اسے علم ہوا کہ اس کے دادا نے اپنی چاروں بیٹیوں کی شادی قرآن سے کر دی تھی۔ یہ اس نے کیا گیا تھا کہ ان کے رتبے کے موفق ان کے خاندان میں اڑ کے میسر نہ تھے اور وہ خاندان سے باہر ان کی شادیاں اس لئے نہ کر سکتے تھے کہ خاندان کی جائیداد تقسیم ہو کر باہر چلی جاتی۔ (۳۴)

(ب) ایک خاتون نے امریکہ سے اپنی درد بھری داستان لکھی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کے والد ایک کروڑ پتی آدمی ہیں، پڑھ لکھے ہیں، لیکن ان کو یہ اصرار تھا کہ وہ اپنی کسی بیٹی کی شادی اپنی برادری سے باہر نہیں کریں گے۔ خاتون نے لکھا ہے کہ میں ان کی بڑی بیٹی ہوں اور شروع میں مجھ سے شادی کرنے کے لئے کتنی رشتے آئے لیکن میرے والد نے ہر رشتے کو یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ یہ برادری سے باہر کا رشتہ ہے اس لئے ان کے لئے قابل قبول نہیں بیہاں تک کہ میری عمر زیادہ ہوتی چلی گئی اور بالآخر میرے رشتے آنے بند ہو گئے پھر ایک روز میرے والد نے مجھ سے کہا کہ اب میرے لئے تمہارا کوئی رشتہ برادری سے حاصل کرنا ممکن نہیں رہا لہذا اب تم میرے سامنے حلف اٹھاؤ کے عمر بھر شادی نہیں کرو گی۔ میں چونکہ مالدار آدمی ہوں لہذا جیتے جی تمہاری کفالت کروں گا لیکن مجھے یہ کسی قیمت پر گوا را نہیں ہے کہ تمہاری شادی برادری سے باہر ہو۔ خاتون کہتی ہیں کہ والد صاحب نے مجھے یہ اقرار کرنے پر اتنا مجبور کیا کہ بالآخر میں نے یہ وعدہ کر لیا کہ تمام عمر شادی نہیں کرو گئی اور اس کے بعد واقعتاً میں نے یہ تھیہ کر لیا کہ اپنے والد کی خواہش کے احترام میں زندگی اسی طرح گزار دوں گی۔ (۳۵)

کزن میرج پر ایسا اصرار یقیناً اسلامی تعلیمات کے منافی ہے اسلامی فقہ کی مشہور جزئی ہے کہ ایسا مستحب جسے واجب کا درجہ دیا جائے اس مستحب کا ترک واجب ہوتا ہے۔ (۳۶)

۲۔ تعلیمات قرآن کی رو سے ذات پات یا فرق مراتب شرعیہ و فضیلت دینیہ، اہل اسلام کے مابین نکاح و ازدواج میں قطعاً کا وٹ یا باعث ممانعت نہیں اور ازروئے قرآن، سیدنا آدم و سیدہ حواسلام اللہ علیہمَا کی تمام اولاد، مشترک الاصل و مساوی النسب ہے، جب کہ تخلیق آدم مٹی سے کی گی ہے۔ (۳۷)

يَأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَرَّةٍ وَّإِنَّى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ط

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَنُكُمْ (الحجرات، ۱۳:۴۹)

لہذا کرن میرج پر اصرار اسلام کے نظریہ اخوت اور مساوات کے منافی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ (الحجرات، ۱۰:۴۹)

یعنی ایمان والے خواہ کسی ملک کے باشندے اور کسی برادری سے تعلق رکھتے ہوں اور کوئی زبان بولنے والے ہوں سب ایک قوم اور ایک برادری ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا میں پھیلے ہوئے مسلمانوں کو ایمان و اسلام کی بدولت ایک برادری قرار دیا ہے۔ ایسی عالمگیر برادری کے ہوتے ہوئے نکاح و ازدواج کے موقع پر اپنے آپ کو خاندان یا زادت پات کی تنگ نائے میں محصور کر لینا نہ دیانتا درست ہے نہ عقلاء۔

عبدالمطلب  
طمہ کے جو  
محتے تھے اور  
ان کے ہم  
اور اعتدال  
علاقات کی  
عام طور پر

قرن اول

وں کو سفید  
ہوا کہ اس  
موافق ان  
کی جائیداد

۳۔ قربت داری اور صدر حجتی کا جذبہ بلا شک محمود و مسروع ہے۔ لیکن یہی جذبہ اگر حد اعتمدار سے تجاوز کر جائے تو عصیت کی حدود کو چھو نے لگتا ہے۔ جب کہ جاہلی عصیت مذموم اور منوع ہے۔ جیسا کہ درج ذیل احادیث سے ظاہر ہوتا ہے۔

(i) لیس منا من دعا الی عصیۃ ولیس منا من قاتل علی عصیۃ و لیس منا من مات علی عصیۃ (۳۸) (جس نے عصیت (جاہلیہ) کی دعوت دی وہ ہم میں سے نہیں، جس نے عصیت پر دوسروں سے لڑائی کی وہ ہم میں سے نہیں، اور جو عصیت پر فوت ہو گیا وہ ہم میں سے نہیں)۔

(ii) حبک الشیئی یعمی و یصم (۳۹) (تمہارا کسی چیز سے محبت کرنا تمہیں اندازا اور بہرا بنا دیتا ہے)۔  
نکاح و ازدواج میں کفاءۃ النسب، ائمہ مجتهدین اور محمد شین کا متفق علیہ مسلک نہیں ہے۔

۴۔ حضرت حسن بصریؓ، امام مالکؓ، حضرت سفیان ثوریؓ، حفیہ میں امام ابو الحسن کرخیؓ، امام ابو بکر جصاص رازیؓ اور ظاہریؓ میں علامہ ابن حزمؓ کے نزدیک اسلام کے علاوہ کسی اور بات میں کفاءۃ معینہ نہیں۔ (۴۰)

امام بخاریؓ نے الجامع الصحیح میں باب 'الا کفاء فی الدین' قائم کیا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نکاح کے لئے صرف دینی کفاءۃ معینہ ہے۔ اس باب کے ذیل میں امام بخاریؓ نے دو ایسے واقعات نقل کے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے عہد رسالت میں نسبی کفاءۃ کا اعتبار نہ تھا۔ (۴۱) پہلا واقع حضرت ابو حذیفہؓ کا ہے جو قریشی اور بدری صحابی ہیں انہوں نے اپنی بیٹی ہند بنت ولید کا نکاح حضرت سالمؓ (۴۲) سے کرایا۔ دوسرا واقع حضرت ضباءؓ بنت زیر بن عبد المطلب کا ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کا نکاح حضرت مقدادؓ (۴۳) سے کر دیا۔ جن حضرات نے نکاح کے لئے کفاءۃ بالنسب کا لحاظ کرنے کی بات کی ہے، ہو سکتا ہے کہ ان کے دور کے حالات میں کفاءۃ فی النسب قابل للحاظ امر ہو۔ لیکن موجودہ حالات میں کفاءۃ فی النسب میں غیر ضروری شدت سے بہت سے سماجی معاشرتی مسائل و مشکلات پیدا ہو رہے ہیں۔ چنانچہ کئی اہل فتویٰ اور صاحبان علم و دانش نے امام مالکؓ کے مسلک کو اہمیت و ترجیح دی ہے ان میں بر صغیر کے علماء میں مولانا مفتی کفایت اللہؓ، سید سلیمان ندویؓ اور مفتی یاسین مرحومؓ، صاحب فتاویٰ احیاء العلوم کے اسماء گرامی خاص طور سے لئے جاسکتے ہیں۔ (۴۴)

گو ما خسی قریب میں مولانا احمد رضا خاںؓ، مولانا اشرف علی تھانویؓ اور مولانا مفتی محمد شفیعؓ نے شادی بیاہ میں کفو کے سلسلہ میں برادری کو بڑی اہمیت دی ہے لیکن مفتی اعظم ہند مولانا کفایت اللہؓ نے 'کفایت المفتی'، جلد ۵ کتاب النکاح میں متعدد مقامات پر اس کا دلائل سے رد کیا ہے۔ سید سلیمان ندویؓ نے ماہنامہ معارف بابت جون ۱۹۲۸ء

کے ایک تفصیلی مضمون میں نسب میں کفاءۃ کے تصور کی بنیادی حیثیت کو تسلیم نہیں کیا۔ نسب میں کفاءۃ سے متعلق اقوال اور فتاویٰ کا جائزہ لینے سے مولانا مفتی کفایت اللہ اور سلیمان ندویؒ کا منوف مضبوط و متحکم نظر آتا ہے۔

### دونوں نقطہاے نظر کا تجویز:

کچھ ضعیف روایتوں کے پیش نظر زیادہ سے زیادہ یہا خذ کیا جاسکتا ہے کہ اپنی برادری میں شادی بیاہ کرنے سے غیر برادری میں شادی کرنے کی بہ نسبت بناہ اچھی طرح ہو جاتا ہے لیکن اسے جواز نکاح کے لئے لازمی شرط کا درجہ نہیں دیا جاسکتا اور باطل قرار دینے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مطلب یہ ہے کہ شادی بیاہ میں کفاءۃ نبی ہری سبزی کھانے اور سفید کپڑا پہننے کی طرح ہے جس طرح ہری سبزی کھانا اور سفید کپڑا پہننا اچھی بات ہے۔ لیکن زندگی کا لازمی حصہ نہیں ہے اسی طرح برادری میں کفاءۃ، جواز و انعقاد نکاح کے لئے شرط کے درجہ میں لازمی نہیں ہے۔ (۲۵)

کفوکے حوالہ سے غیر برادری میں شادی کا تعلق مخصوص اور ناگزیر حالات سے ہے، ورنہ عام حالات میں علوی، فاطمی، صدیقی، فاروقی، عثمانی، انصاری، پٹھان، بلوچ وغیرہ سب کے سب اپنی برادری میں شادی کرتے ہیں یہ کوئی برمی بات نہیں ہے۔ بری بات تو یہ ہے کہ گھرانہ، معیار زندگی، تعلیم سب میں یکسا نیت ہونے کے باوجود والدین کفوکا بہانہ کر کے لڑکے کو نجی مکتب سمجھ کر غیر برادری میں رشتہ نہیں کرتے۔ جس کے نتیجے میں دونوں تاحیات نا آسودہ، بے سمت اور بے کیف زندگی گزار دیتے ہیں یا غیر مطلوبہ سے شادی ہونے کے باعث دلی طور پر ہم آہنگی نہیں ہو پاتی، اس سے مزید کئی طرح کے گھر بیو اور سماجی مشکلات و مسائل پیدا ہوتے ہیں مثلاً ایک انصاری لڑکا، فاطمی، صدیقی، عثمانی یا فاروقی لڑکی کے معیار، تعلیم، رکھ رکھاؤ سب میں پورا اترتا ہے مگر اس کے باوجود اپنی برادری کے ایسے لڑکے سے جو سبتوں کم تعلیم یافتہ، معیار، مال و دولت، رکھ رکھاؤ اور زہن ہیں کے لحاظ سے فروت ہوتا ہے شادی کر دی جاتی ہے، ظاہر ہے یہ سب برادری پرستانہ کبر و نخوت کی وجہ سے کیا جاتا ہے، اس میں انسانوں کے ماہین گروہی تقدیم و تحقیر کی سوچ شامل ہوتی ہے ایسی صورت میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ لڑکیاں اپنے سر پرستوں اور رشتہ داروں کی اجازت کے بغیر شادی کر لیتی ہیں یا کورٹ میرج کرتی ہیں اور کبھی کبھار معاملہ یہاں تک پہنچتا ہے کہ غیر مسلموں سے شادی کر لیتی ہیں یا فرار ہو جاتی ہیں۔ کیا ہی بہتر ہو کہ خود والدین اور سر پرست اچھی لڑکی کا اچھے لڑکے سے خواہ وہ کسی برادری کا ہو رشتہ قائم کر دیں۔ اگر ایسا ہو گا تو سماج میں برادرانہ روابط اور خواشگوار تعلقات میں اضافہ ہو گا اور دنیا کو یہ پیغام بھی ملے گا کہ مسلم سماج میں کسی طرح کی بے معنی اونچی نیچی کا نظام نہیں ہے بلکہ وہاں انسانی

خوبیوں کی اہمیت ہے۔ یہ پیغام غیر مسلموں میں جانے سے اشاعت اسلام کی راہ کی رکاوٹیں دور ہو گئی اور اسلام کی طرف میلان بڑھے گا یہ کم برا فائدہ نہیں۔ (۲۶)

پاکستانی معاشرہ میں کفاءت کے نام پر ذات پات کے نظام کو تقویت دی جاتی ہے۔

چنانچہ ڈاکٹر ظہور احمد لکھتے ہیں:

”ذات پات کے مسئلے کو اصول کفاءت کے ساتھ خلط ملٹ نہیں کرنا چاہیے۔ ذات پات ایک عقیدہ ہے، ایک مذهب ہے، جس کی زاد اسلام کے تصورو وحدت نسل انسانی، احترام آدمیت اور نظریہ مساوات پر پڑتی ہے جب کہ کفاءت ایک فقہی مسئلہ ہے جس کا تعلق سماجی سکون اور معاشرتی توازن و اعتماد سے ہے اس کا مطلب اتنا ہے کہ ہر قبیلے اور ہر طبقے کا یہ حق بھی ہے کہ اپنی بیویوں اور بیویوں کے لئے ان کے ہم پلہ اور ہمسر شستے تلاش کریں تاکہ انہل، بے جوڑ شادیوں سے سماجی سکون تباہ نہ ہو اور اسلامی معاشرہ توازن و اعتماد سے محروم نہ ہو جائے۔ مگر اسلام میں کسی گروہ یا طبقے کو وہی درجہ جائے جو ہندو معاشرے میں برہمن کو حاصل ہے تو یہ اسلام کے نظریہ احترام آدمیت، مساوات اور اخوت دینی پر ضرب کاری کے متادف ہے۔ اس لئے مسئلہ کفاءت اپنی جگہ مسلم اور ذات پات کی لعنت مسترد ہے۔“ (۲۷)

اور سنت نبوی نے عملی طور پر اس کی تصدیق کر دی کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت زینب بنت جحشؓ کا ہاشمی ہونے کے باوجود آزاد کردہ غلام زید بن حارثؓ سے نکاح کیا حالانکہ حضرت زینبؓ کی طرف سے انشراح قلب نہ تھا اس کے علاوہ بھی بہت سی مثالیں صحابہ کرام کے طرز عمل کے حوالہ سے موجود ہیں کہ نبی تفاوت ہونے کے باوجود نکاح کئے گئے لہذا نصوص قرآنیہ اور تعامل صحابہؓ و سلف صالحین اس امر پر دلیل قاطع ہیں کہ کفاءت نسبی فی حد ذات صحبت نکاح یا انعقاد نکاح کی شرط نہیں ہے اسی وجہ سے غیر کفوئے نکاح جب کہ ممکنہ و اور اس کا ولی راضی ہو جائے، صحیح و نافذ ہوتا ہے یعنی مثالاً کوئی حاکم، ہاشمیہ سے اس طرح نکاح کرے کہ ہاشمیہ کا والد اور خود ہاشمیہ راضی ہو، تو نکاح صحیح و نافذ ہو گا حالانکہ نسبی تفاوت اور عدم کفاءت نسبیہ بحالہا موجود اور قائم ہے اور اگر کفاءت نسبیہ شرط صحبت نکاح ہوتی تو نکاح، ولی اور ممکنہ کی رضا مندی سے بھی صحیح نہ ہوتا، جیسے محمرہ عورت کا نکاح محمر م رد سے باوجود اس کی رضا مندی اور ولی کی اجازت کے صحیح نہیں ہوتا۔ (۲۸)

ذخیرہ احادیث میں ایسی روایات بھی ملتی ہیں جو قرابت داری کی شادیوں (کزن میرج) سے پرہیز اور

اجتناب کی طرف مشیر ہیں مثلاً:

(الف) لا تنكحوا القرابة فان الولد يخلق ضاروا يَا

”قرابت میں نکاح مت کرو کہ کمزور بچوں کو مت جنم دو۔“

(ب) اغتربوا ولا تضروا (۴۹)

”اپنے خاندان سے باہر شادی کرو اور (قرابت میں شادی کر کے) کمزور بچوں کو مت جنم دو۔“

پروفیسر ڈاکٹر عمران لکھتے ہیں: نسلی مسائل (Genetic Problems) سے بچنے کے لئے آنحضرت

علیٰ نے نسلی خصوصیات کو لمحوؤظ خاطر رکھنے کی ہدایت فرمائی: تخيروا النطفكم فان العرق دساس او نزاع (۵۰)

ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے السائب قبلہ سے جو قرابت داری میں شادیاں کرتے تھے فرمایا:

یا آل السائب، قد اضروا يتيم ، فانكحوا في التوابع (۵۱)

”اے آل سائب تم نا تو اس ہو چکے ہو، غیر رشتہ داروں میں نکاح کیا کرو۔“

مزید برآں جدید طب نے یہ تحقیق کی ہے کہ چند موروثی اور خاندانی امراض کا ظہور و عموم، نسل درسل خونی

رشتوں کی تجدید سے ہوتا رہتا ہے۔ جن میں مندرجہ ذیل امراض شامل ہیں۔

۱- خون کی کمی ۲- پھیپھڑے اور بلبلہ کا امراض ۳- جگر کے امراض

یہ سارے امراض غیر صحیت مند خاندانوں کے درمیان باہمی بیاہ کرنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ خاندانی

امراض نسل درسل منتقل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ فرض کیجئے اگر جوڑے میں سے ایک اپنے اندر ان امراض کے

جراثیم مضر رکھتا ہے لیکن دوسرا ساتھی صحیت مند ہے تو یہ امراض بچوں میں کسی بیماری کا موجب نہیں بنتا گو کہ بعض بچے شاید

نقصان دہ وراثت کو اپنے اندر پوشیدہ رکھتے ہوں لیکن نسل درسل خونی رشتوں کی تجدید، مثلاً دادا دادی سے والدین

اور والدین سے میاں بیوی تک کے خاندانی رشتوں میں ایک ہی خون کی گردش رہتی ہے اور ایسے خاندان اپنی موروثی

بیاریوں کی وجہ سے جانے پہچانے جاتے ہیں ایسی صورت میں دو خاندانوں میں شادی کا قیام اور وقوع بچوں کی صحیت

پر زیادہ اثر انداز ہوتا ہے خاص طور پر ایسی صورت میں جہاں دونوں خاندان اپنے خون میں، مضر جین (Harmfull Genes)

رکھتے ہوں۔ (۵۲)

کرن میرج میں تھلسمیا (Thalassaemia) جیسے امراض، برطانیہ کے مسلمانوں کے علاوہ ترکی،

مشرق وسطیٰ اور پاکستان میں مشاہدہ کئے گئے ہیں، جینیاتی وجہ کی وجہ سے استفاظ حمل کے بارے میں پاکستان اور

ایران سمیت کئی ممالک میں فتاویٰ جاری کئے گئے۔ (۵۳)

اس حقیقت کے باوجود کہ اسلام میں چھایا ماموں زاد بہن بھائیوں میں شادی منوع نہیں ہے جیسا کہ ذکر ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کی شادی اپنے چھاپزاد بھائی حضرت علیؓ سے کی تھی۔ لیکن یہ شادی ایک تندرست اور صحت مند خاندان میں تھی۔ بہر حال اگر موروٹی بیاری کسی خاندان میں سراٹھائے یا کمزور بچوں کی پیدائش ظہور میں آئے، تو اس وقت ایسے خاندان کے لئے بہتر مشورہ یہی ہے کہ وہ خاندان کے اندر باہمی شادیوں سے رک جائیں۔ یہ طبی مشورہ اسلام کے عمومی حکم لا ضرر ولا ضرار (۵۲) کے تحت آتا ہے۔

حکیم الاسلام امام غزالیؓ مخطوطہ عورت کے خصائص کا ذکر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عورت، مرد کے بہت ہی قریبی رشتہداروں میں سے نہ ہو کہ اس سے طبعی دلچسپی کم ہوتی ہے۔ (۵۵)

شیخ عبداللہ صالح علوان اپنی کتاب ”تربیۃ الاولاد فی الاسلام“ میں یہوی کے اختاب کے لئے جن باتوں کو ملحوظ رکھنے کی ترغیب دیتے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اچھے نسب و حسب کی مالک غیر رشتہ دار عورت کو اپنی رشتہ دار اور قریبی عورتوں پر فویت دی جائے تا کہ نجیب و شریف اولاد پیدا ہو، متعدد امراض اور موروٹی بیاریوں سے محفوظ اور صحت مند جسم کی مالک ہو، اس سے تعلقات اور خاندان کا دائرہ بھی وسیع ہو گا اور معاشرتی روابط مضبوط ہوں گے۔ علم وراثت (Genetics) نے اس امر کو ثابت کر دیا ہے کہ اپنے خاندان کے عورتوں سے شادی کرنے سے اولاد جسمانی طور پر کمزور اور عقل و سمجھ کے لحاظ سے ناتوان ہوتی ہے اور نئی نسل میں مذموم اخلاقی صفات اور گھٹیا معاشرتی عادات جنم لیتی ہیں۔

ڈاکٹر عبداللہ صالح علوان مزید کہتے ہیں کہ چودہ سو سال پہلے جبکہ علم و فن کی یہ باریکیاں منظر عام پڑیں آئی تھیں اور یہ حقائق آشکارا نہیں ہوئے تھے، ان کو رسول اللہ ﷺ نے واضح اور صاف الفاظ میں امت کے لئے بیان کر دیا جو یقیناً رسول اللہ ﷺ کے دیگر نمایاں مجوزات اور سچی باتوں میں سے ایک واضح مجزہ ہے۔ (۵۶)

عصر حاضر کے مفسر اور فقیہہ ڈاکٹر وہبۃ الرحلی نے اپنی کتاب ”الفقه الاسلامی وادله“ میں مقومات المرأة لمحظو بہ کے ذمیل میں جن خصوصیات کا ذکر فرمایا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ عورت رشتہداروں میں سے نہ ہوتا کہ اولاد نجیب ہو اور کہا جاتا ہے کہ اجنبی عورت سے اولاد نجیب جبکہ چھاپزاد (کزن) سے اولاد لائق گوارا ہوتی ہے اور نکاح کی صورت میں طلاقوں کا اندر یہ اگر قویع پذیر ہو جائے تو اس سے قطع رجی بھی وجود میں آئے گی جبکہ اسلامی شریعت میں اس کے برعکس صدر حرجی کا حکم ہے۔ (۵۷)

حضرت محمد ﷺ کا نسب کے اعتبار سے ہاشمی و قریشی ہونا معروف اور مسلم ہے۔ محدثین و مؤرخین نے

رسول اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کی تعداد اور ان کے انساب کے بارے میں مختلف روایات بیان کی ہیں (۵۸):

اگر ان میں سے بارہ کے عد کو درست تسلیم کر لیا جائے تو صورت حال اس طرح بتی ہے:  
صرف ایک خاتون حضرت نبینب بنت جوش (پھوپھی زاد بہن) ہاشمیہ قریشیہ ہیں، دیگر میں سے چھ  
ازواج ہاشمیہ تو نہیں البتہ قریشیہ ہیں، بقایا پانچ میں سے تین ازواج خاندان اور قبیلہ کے اعتبار سے نہ ہاشمیہ ہیں نہ  
قریشیہ البتہ عربیہ ہیں بقایادو میں سے ایک اسرائیلیہ ہیں اور ایک سیدہ ماریہہ ہاشمیہ ہیں نہ قریشیہ اور نہ عربیہ بلکہ قبطیہ  
مصریہ غیر عربیہ ہیں۔ (۵۹)

محمد شین و مؤمنین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں سب سے بڑی بیٹی حضرت  
نبینب کا نکاح ابوالحاص بن المریق سے ہوا اور وہ اموی تھے آپ کی دوسرا اور تیسرا صاحبزادی (حضرت رقیہ و  
حضرت ام کلثوم) کا نکاح یکے بعد دیگرے حضرت عثمان بن عفان سے ہوا اور وہ بھی اموی تھے جبکہ سب سے چھوٹی  
صاحبزادی سیدہ فاطمہؓ کا نکاح آپ ﷺ کے پیچا زاد بھائی حضرت علیؓ بن ابی طالب سے ہوا جو بائی و فریشی ہیں۔  
خلاصہ کلام یہ ہے کہ انسانوں کی کوئی ضرورت و مصلحت اللہ علیم و حکیم کے علم کامل سے باہر نہیں اور  
اس نے اپنی حکمت کاملہ سے ایسے احکام مقرر فرمائے ہیں جو انسانوں کی شخصی و ماجی مصالح کی پوری رعایت  
کرنے والے ہیں۔

معلم کتاب و حکمت حضرت مجتبی ﷺ نے اپنی ذات کے حوالے سے اور اپنی صاحبزادیوں کے حوالے سے  
کزن میرج کو اختیار تو فرمایا لیکن اس پر اصرار نہیں فرمایا بلکہ جیسے جیسے ضرورت و مصلحت دیکھی ویسے ویسے نکاح کیے  
اور کرائے، قرابت داری اور خاندان برادری کے اندر بھی رشتہ کئے تو خاندان سے باہر بھی نکاح و ازواج کے سلسلے  
قام فرمائے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نکاح و ازواج کے باب میں آپ نے وسعت نظری اختیار کی اور یہی توسعہ ہی  
امت کے لئے اسوہ حسنہ ہے۔

جبکہ سائنسی تحقیقات انسانی تجربات و مشاہدات کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ جن میں صواب کے ساتھ ساتھ خطا  
کے امکانات بھی موجود رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سائنسی تحقیقات مختلف زمان و مکان میں تجربات و تغیرات کے  
ارتقائی مرحلیں سے گزر کر خود اپنے مواقف و متناسب پر نظر ثانی کرتی رہتی ہیں۔ لہذا سائنسی تحقیقات کو حرف آخر کا درجہ  
نہیں دیا جا سکتا ہے۔ تاہم جن خاندانوں میں موروثی بیماریاں ظاہر ہو رہی ہیں تو انہیں خیرخواہی کے طور پر مشورہ  
خلاف شریعت نہیں کرو۔ کزن میرج سے اجتناب کریں۔

## حوالی وحالہ جات

- ۱۔ مفتی محمد شفیع، مولانا، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، ج، ۷، ص ۱۸۸
- ۲۔ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، الامام، السنن، فی مطبوعہ فی موسوعہ الحدیث الشریف دارالسلام، ریاض، سعودی عرب، کتاب الادب باب فی برالوالدین حدیث: ۵۱۳۹
- ۳۔ عثمانی، شیر احمد، مولانا، علامہ، القرآن الکریم و ترجمہ معانیہ و تفسیرہ الی اللہ اردویہ، شاہ فہر قرآن کریم پرنگ کپلیکس، مدینہ منورہ، سعودی عرب ۱۴۰۹ھ، ص ۳۶۷، ۳۶۶
- ۴۔ مفتی محمد شفیع، مولانا، معارف القرآن، ج ۵، ص ۲۷۰، دریا بادی، عبدالماجد، مولانا، تفسیر ماجدی، تاج کمپنی لاہور، کراچی، ص ۵۸۳
- ۵۔ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، الامام، السنن، کتاب الادب، باب فی برالوالدین حدیث نمبر ۵۱۳۰
- ۶۔ قرطی، محمد بن احمد انصاری، ابوعبداللہ، الجامع لاحکام القرآن، مکتبہ رسیدیہ کوئٹہ، ج ۵، ص ۱۰
- ۷۔ الجھاص، احمد بن علی، ابو بکر، الرازی، احکام القرآن، قدیمی کتب خانہ کراچی - ج ۲، ص ۲۹
- ۸۔ مفتی محمد شفیع، مولانا، معارف القرآن، ج ۵، ص ۱۹۰
- ۹۔ البخاری، ابو عبد الله، محمد بن اسحاق، الجامع الصحیح، مطبوعہ فی موسوعہ الحدیث الشریف، دارالسلام، ریاض، سعودی عرب، کتاب الادب باب من بسط لغی الرزق اصلة الرحم، حدیث ۵۹۸۶
- ۱۰۔ البغوي، حسین بن مسعود، شرح السنۃ، المکتب الاسلامی، بیروت، ج ۱۳، ص ۲۲
- ۱۱۔ السرخسی، محمد بن احمد بن ابی سحل، ابو بکر، شمس الائمه، المبسط، دار الفکر بیروت، ج ۳، ص ۲
- ۱۲۔ الرازی، محمد بن عمر، فخر الدین، مفاتیح الغیب، دارالحدیث، ملتان، ج ۲۸، ص ۱۱۲
- ۱۳۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، بیان القرآن، ادارۃ تالیفات اشرفیہ ملتان، ج ۱، ص ۸۵
- ۱۴۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، اسلامی شادی، الحمیز ان، اردو بازار لاہور، ص ۲۰
- ۱۵۔ مسلم، بن الحجاج، ابو الحسین، امام، القشیری، المسند الصحیح المختصر من السنن، مطبوعہ فی موسوعہ الحدیث، کتاب البر والصلہ باب الارواح جنود محمد حدیث: ۱۲۰
- ۱۶۔ تھانوی، اسلامی شادی، ص ۶۱
- ۱۷۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجہاد باب الغزو علی الحمیر، حدیث ۲۸۷۳
- ۱۸۔ الترمذی، محمد بن عیسیٰ، ابو عیسیٰ، الامام، الجامع، مطبوعہ فی موسوعہ الحدیث الشریف، دارالسلام ریاض، ابواب

- المناقب، باب ماجاء في فضل النبي، حدیث: ٣٦٠
- ١٩۔ تھانوی، اسلامی شادی، ص ٢٦
- ٢٠۔ تھانوی، اسلامی شادی، ص ٢٣
- ٢١۔ الزحلی، وصہبہ، ڈاکٹر، الفقه الاسلامی و ادله، دارالفکر مشقچ، ص ٢٣٣، ٢٣٢
- ٢٢۔ دریابادی، تفسیر ماجدی، ص ١٢٧
- ٢٣۔ مظہر معین، ڈاکٹر، اسلام اور ذات پات، اوپستان لاہور، ص ١٢٧
- ٢٤۔ العیناً، ص ١٥٩
- ٢٥۔ محمد زکریا، شیخ الحدیث، مولانا، حکایات صحابہ، کتب خانہ فیضی لاہور، ص ١٥٩
- ٢٦۔ العیناً، ص ١٥٩
- ٢٧۔ مظہر معین، اسلام اور ذات پات، ص ٢٣٢
- ٢٨۔ لکھنؤی، عبدالشکور، فاروقی، مولانا، خلفائے راشدین، منتقل بک کارنلاہور، ص ٦٧
- ٢٩۔ علی المتقی، علاء الدین، بن حسام الدین، البندی، کنز العمل، نشرالسنه ملتان، ج ٧، ص ٩٨
- ٣٠۔ محمد نافع، مولانا، بر حماء بینهم، مکتبہ کس لاہور، ج ٢، ص ٢٢٨، ٢٢٧، بحوالہ جمہرۃ انساب العرب لابن حزم
- ٣١۔ مظہر معین، اسلام اور ذات پات، ص ٢٣٦، بحوالہ کتاب المعارف ابن قتیبه
- ٣٢۔ اظہر، ظہور احمد، ڈاکٹر، تاثرات، مطبوعہ در اسلام اور ذات پات، ص ٢١٣
33. Bittles, A.H. Consanguineous marriage: Current Global Incidence and It's Relevance to Demographic Research. Research Report No. 90-186 (Population Studies Centre, University of Michigan, 1990)
- ٣٣۔ سحری، انعام الرحمن، شادی ایک مکمل مطالعہ، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ص ١٢٨ - ١٢٧
- ٣٤۔ عثمانی، تقی، محمد، مولانا، نکاح اور برادری، مطبوعہ در، الفاروق، "ماہنامہ، کراچی ج ١٦، شمارہ ٩، ص ٩، ٢٣
- ٣٥۔ شامي، محمد امین، ابن عابدین، رد المحتار حاشیہ علی الدر المختار، مکتبہ حفاظیہ پشاور، ج ١، ص ٧٧
- ٣٦۔ مظہر معین، اسلام اور ذات پات، ص ١٢٢
- ٣٧۔ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، الامام، السنن، کتاب الادب، باب فی العصبية، حدیث ٥١٢١
- ٣٨۔ العیناً، کتاب الادب، باب فی لحوار الحدیث: ٥١٣٠
- ٣٩۔ العیناً، کتاب الادب، باب فی لحوار الحدیث: ٥١٣٠
- ض، سعودی  
دیہ، شاہ فہد  
، تاج کمپنی  
دارالسلام،  
فی موسوعۃ  
غش، ابواب

- ۲۰۔ نعماںی، عبدالحمید، مولانا، مسئلہ کفو اور اشاعت اسلام، در مجلہ ترجمان دارالعلوم دیوبند، انڈیا، ستمبر ۱۹۹۳ء، ص ۱۳
- ۲۱۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب النکاح باب الائقاء فی الدین، حدیث ۵۰۸۸، ۵۰۸۹
- ۲۲۔ صحابی رسول حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہؓ ہیں۔ ان کی کنیت ابو عبد اللہ ہے، والد کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض نے عبید بن ربیع اور بعض نے معقل لکھا ہے۔ ایرانی الاصل ہیں۔ حضرت شیبہ بنت یعاز انصاریؓ کی غلامی میں مدینہ پہنچے۔ حضرت شیبہ نے آزاد کر دیا تو حضرت ابو حذیفہؓ نے متینی کر لیا تو عرب کے دستور کے مطابق سالم بن ابی حذیفہؓ مشہور ہو گئے۔ حضرت ابو حذیفہؓ ان کو اپنے بیٹے کی طرح سمجھتے تھے چنانچہ حضرت ابو حذیفہؓ نے اپنی بیٹیؓ فاطمہ بنت ولید کے ساتھ نکاح کر دیا۔ (سیر الصحابة، ص ۲۳۱)
- ۲۳۔ مشہور صحابی رسول ہیں۔ پورا نام مقداد بن عمرو کنڈی ہے۔ بعض نے مقداد بن الاسود بھی لکھا ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ حضرت مقداد کے والد تو عمر و کنڈی ہیں۔ کسی وقت اسود بن عبد یغوث نے ان کو متینی بنالیا تھا اس طرح یہ مقداد بن الاسود مشہور ہو گئے تھے۔ جناب رسول ﷺ نے اپنی پچاڑ بہن خبامہ بنت زیر کے ساتھ حضرت مقداد کا نکاح کر دیا تھا۔ (سیر الصحابة ج ۲، ص ۳۹۶)
- ۲۴۔ نعماںی، مسئلہ کفو اور اشاعت اسلام، ص ۱۲
- ۲۵۔ ایضاً، ص ۱۵
- ۲۶۔ ایضاً، ص ۱۶
- ۲۷۔ اظہر، ظہور احمد، ڈاکٹر، تاثرات، مطبوعہ دراسلام اور ذات پات، ص ۳۲۱
- ۲۸۔ دبلوی، کفایت اللہ، مفتی، کفایت المفتی، مکتبہ امدادیہ ملتان، ج ۵، ص ۲۱۶
- ۲۹۔ دونوں روایات کی تخریج ملاحظہ کریں:
- (ا) لاتکحوا القرابة القريبة وابی روایت کو امام غزالی (۵۰۵ھ) نے احیاء علوم الدین میں نقل فرمایا ہے۔ (ج ۲، ص ۳۱)
  - (ب) ابن اثیر الجزري (۲۰۱ھ) نے النهاية فی غریب الحدیث والاشر میں دونوں روایات کو نقل فرمایا ہے۔ (ج ۳، ص ۱۰۶)
  - (ج) ابن منظور الافرقی (۱۷۶ھ) نے لسان العرب میں دونوں روایات کو نقل فرمایا ہے۔ (ج ۹، ص ۷۳-۷۴)
  - (د) ڈاکٹر وہبہ الزحلی نے الفقه الاسلامی وادکھ میں دونوں روایات کو بغیر تخریج کے نقل فرمایا ہے۔ (ج ۷، ص ۱۲-۱۳)

کرنے میرج کا تصور، اسلامی شریعت اور عصر حاضر کے تناظر میں ایک جائزہ

(ر) شیخ عبداللہ الناصح علوان نے تربیۃ الاولاد فی الاسلام میں دونوں روایات کو بغیر تخریج کے لفظ فرمایا ہے۔ (نچ، ص ۳۹)

شیخ عبداللہ الناصح علوان کی کتاب تربیۃ الاولاد فی الاسلام شائع ہونے کے بعد سے ان روایات کو شہرت ملی، پاکستان میں ڈاکٹر جبیب اللہ مختار شہید نے شیخ علوان کی کتاب کا اردو ترجمہ بنام ”اسلام میں تربیت اولاد“ شائع کرایا تو انہوں نے بھی حاشیہ میں لکھا کہ دونوں روایات ذخیرہ احادیث میں نہیں مل سکیں۔ انڈیا کے مولانا قمر الزمان نے تین تخلیص بنام ”تربیت اولاد کا اسلامی نظام“ شائع کی تو مولانا قمر الزمان نے ان روایات کی تخریج کی سے فرمائی۔ فرماتے ہیں ”حضرت مولانا جبیب اللہ مختار صاحب نے ان دونوں حدیثوں کے متعلق لکھا ہے کہ یہ دونوں حدیثیں مجھے ذخیرہ احادیث میں نہ مل سکیں تو اس حقیر نے محدث کبیر مولانا جبیب الرحمن عظیمی کی حیات ہی میں ان کے صاحبزادے مولانا رشید احمد صاحب عظیمی کو اس امر سے مطلع کیا تو انہوں نے ارقام فرمایا کہ کتب حدیث میں ان کا ذکر موجود ہے کہ نہایہ میں ابن اثیر نے اس کا ذکر کیا ہے اسی طرح محدث محمد طاہر پٹی نے ”تذکرة الموضوعات“ میں لائکوو القراءۃ والی حدیث ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے لیں برفوع، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ غیر مرفوع حدیث ہے۔ البتہ نہایہ میں لائکوو القراءۃ القریۃ (لفظ القریۃ کے اضافہ کے ساتھ) اسی طرح اغتر بوا لالضوء بدون الواو ہے۔ (ص ۲۵ کا حاشیہ)

رقم (غلام اکبر چاندیہ) کی تحقیق یہ ہے:

الف) لائکوو القراءۃ والی روایت حدیث نہیں بلکہ حضرت عمرؓ کے مقولہ کی حیثیت سے معروف ہے۔ جیسا کہ حافظ عراقي نے المعنی عن حمل الاسفار فی القراءۃ فی تخریج مانی الاحیاء من الاخبار۔ (مطبوعہ بذیل احیاء ج ۲، ص ۲۱) میں لکھا ہے۔

(ب) حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں اگر یہ بات بطور حدیث کے مانی جائے تو اس کی کوئی اصل نہیں ہے اور اگر یہ بات تجربہ پرمنی ہے تو قبول کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں (فتح الباری ج ۲، ص ۱۳۵)

(ج) ”اغتر بوا لالضوء“ یہ بھی حدیث نہیں بلکہ عرب کے تجربہ کار لوگوں کا مقولہ ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر عبدالمطلب بن احمد الشیخ نے زواج الاقارب تحت الجھر میں لکھا ہے۔ (مطبوعہ الریاض ۱۴۲۵ھ، ص ۱۲۳)

حدیث کی متعلقہ تفصیل درج ذیل ہے:

- ۵۰ -

(ا) اس روایت کو عطیہ بن محمد سلام ۱۴۲۰ھ نے شرح بلوغ المرام میں انہی الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ لیکن تخریج نہیں کی۔ (نچ، ص ۱۳۶)

(ب) انہی الفاظ کے ساتھ یہ روایت، احادیث الاحیاء اتی لاصل لها لسلکی میں موجود ہے۔ (نچ، ص

ہے۔ بعض  
علاقی میں  
قت سالم بن  
فہنے اپنی

صحیح یہ ہے  
س طرح یہ  
اتھ حضرت

الدین میں  
روایات کو  
فرمایا ہے۔

- ۱۸۔ لہذا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس عبارت کی بطور حدیث کے کوئی اصل نہیں۔  
 ۱۹۔ یہ حدیث نہیں بلکہ حضرت عمر بن خطابؓ کا قول ہے۔ (زواج الاقارب ص ۱۲۲)

52. Bittles, A.H & Neel, J.A. The Costs of Human in Breeding and Their Implications for Variations at the DNA Level. Nature Genet. 8, 117-121 (1994) Model, B. Social and Genetic Implications for Customary Consanguinuous Marriage Among British Pakistanies. Report of a Meeting held at the Ciba Foundation on 15 Jan 1991. J.Med.Genet (1991)
53. Modell, B.ed al.Informed Choice in Genetic Screening for Thalassaemia during Pregnancy: Audit from a National Confidential Inquiry. Br. Med.J. 320, 325-390 (2000), Ahmed, S.Edt al.Prenatal Diagnosis of Thalassaemia in Pakistan: Experience in a Muslim Country. Prenat. Diagu. 20, 378-383 (2000)

- ۵۴۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، القزوینی، ابو عبد اللہ، الامام، السنن، مطبوعہ فی موسوعہ، ابواب الاحکام، باب من نبی فی حقہ ما یحضر بخارہ، حدیث ۲۳۲۰  
 ۵۵۔ الغزالی، محمد بن محمد، ابو حامد، الامام، احیاء علوم الدین، دار الفکر العربي، قاهرہ، ج ۲، ص ۲۱  
 ۵۶۔ علوان، عبد اللہ الناصح، تربیۃ الاولاد فی الاسلام، درالسلام، بیروت، ج ۱، ص ۳۹  
 ۵۷۔ وحیۃ الزحلی، الفقہ الاسلامی وادلته، ج ۷، ص ۱۲  
 ۵۸۔ محمد ذکریا، مولانا، شیخ الحدیث، حکایات صحابہؐ، ص ۱۳۸ (تعداد گیارہ بتلائی ہے)، مظہر معین، اسلام اور ذات پات، ص ۲۵ (تعداد بارہ بتلائی ہے)  
 ۵۹۔ مظہر معین، اسلام اور ذات پات، ص ۲۷۵